غیرت کے نام پر قتل: فقہاے حنفیہ کی منتخب آرا کا جائزہ

منظور احمد[٭]

غیرت کے نام پر قتل ایک رسم اور رواج ہے جو مدتوں سے جاری ہے اور ہمارے دور میں بھی بہت سے علاقوں میں اس پر عمل ہو رہا ہے۔ اس رسم کے مطابق ایک مرد اور عورت کو ناجائز تعلقات کی بنیاد پر قتل کر دیا جاتا ہے، قانونی اور روایتی اعتبار سے اس قتل کو عام قتل نہیں، بلکہ غیرت کے نام پر قتل گردانا جاتا ہے۔

مختلف زبانوں میں اس کے مختلف نام وضع کیے گئے ہیں؛ عربی میں اسے قتل الغیرة، انگریزی میں Honour Killing اور اردو میں غیرت کے نام پر قتل کہا جاتا ہے۔

یہ قدیم رسم زیادہ تر خواتین کے خلاف استعمال ہوتی ہے، کیوں کہ اکثر اس رسم کی بھینٹ چڑھنے والی خواتین ہوتی ہیں اور مردوں کی جان بچ جاتی ہے، جب کہ بعض اوقات دونوں اس کی زد میں آجاتے ہیں۔ قبائلی علاقہ جات جہاں پرانی رسوم کثرت سے رائج ہیں وہاں اس رسم پر بڑی شد و مد کے ساتھ عمل کیا جاتا ہے، چناں چہ وہاں اگر کوئی مرد اپنی ماں، بیوی، بہن، بیٹی یا کسی اور رشتہ دار خاتون پر یہ الزام لگا دے کہ اس کے فلاں مرد کے ساتھ ناجائز تعلقات ہیں تو یہ دونوں واجب القتل شمار ہوتے ہیں۔ مرد کی طرف سے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں محسوس کی جاتی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اکثر مرد اپنے دیرینہ جھگڑے مٹانے، زمین وزر کے حصول، قرض سے گلو خلاصی، دوسری شادی، کسی ناپسندیدہ عورت سے جان کے چھٹکارے یا اس طرح کے دیگر مقاصد کے حصول کے لیے بھی عورت پر کسی مرد کے ساتھ تعلقات کا الزام لگا دیتے ہیں اور کاروکاری قرار دے کر اسے قتل کر دیا جاتا ہے۔ یہ لیبل بعض اوقات اپنے کسی مخالف کی جان لینے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے، جس میں مخالف کو ٹھکانے لگانے کے لیے اپنی بے گناہ بیوی یا کسی رشتہ دار خاتون کو بھی قربان کر دیا جاتا ہے۔ بعض علاقوں میں تو یہ رواج ایک قانون کی حیثیت رکھتا ہے۔

۲۰۰۴ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے غیرت کے نام پر قتل کے خلاف ایک بل پاس کیا جس میں اس جرم کے مرتکب کے لیے پچیس سال قید یا پھر سزاے موت مقرر کی گئی تھی، لیکن آئندہ سال یعنی ۲۰۰۵ء میں

٭ پی ایچ ڈی، ریسرچ اسکالر، وفاقی اردو یونی ورسٹی، کراچی۔ (manzoorahmad1973@yahoo.com)

غیرت کے نام پر قتل ہونے والی خواتین کی تعداد ۲۹۰ تھی جب کہ ۲۰۰۶ء میں پاکستان کے اندر غیرت کے نام پر قتل ہونے والی خواتین کی تعداد بڑھ کر ۵۰۷ ہو گئی۔ اس سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سخت قانون اور سزا کے ہوتے ہوئے بھی غیرت کے نام پر قتل کے واقعات میں کمی ہونے کی بجائے اس میں اضافہ ہو رہا ہے اور یہ صورتِ حال آج بھی موجود ہے، چناں چہ ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان میں سالانہ ۵۰۰ خواتین غیرت کے نام پر قتل کر دی جاتی ہیں۔

ہیومن رائٹس کمیشن کی رپورٹ کے مطابق ۲۰۱۰ء میں پاکستان میں غیرت کے نام پر قتل ہونے والی خواتین کی تعداد ۷۹۱ تھی، ۲۰۱۱ء کے پہلے نو ماہ میں ۶۷۵ خواتین کو غیرت کے نام پر قتل کیا گیا، تنظیم کی جانب سے جمع کیے گئے اعداد و شمار کے مطابق ان ۶۷۵ واقعات میں سے دو تہائی ایسے ہیں جن میں شادی شدہ خواتین پر غیر مردوں سے جنسی تعلقات کا الزام لگایا گیا تھا۔[1]

اس ساری تفصیل کا مقصد اس بات کی طرف توجہ دلانا ہے کہ ملک میں غیرت کے نام پر قتل کے خلاف سخت قانون کے ہوتے ہوئے بھی ہر سال اس طرح کے واقعات میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔

ہمارے معاشرے میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو محض غیرت کے پیش نظر اس طرح کا اقدام کرتے ہیں اور جوش میں آ کر اپنی بیوی یا کسی دوسری رشتہ دار خاتون کو قتل کر دیتے ہیں۔ بہت سے لوگ وہ ہیں جو اپنے علاقے کی رسم اور رواج کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کام کرتے ہیں، بعض جگہ باقاعدہ جرگے میں اس طرح کے قتل کا فیصلہ ہوتا ہے، یہ رواج عموماً قبائلی علاقوں میں زیادہ پایا جاتا ہے۔

ایسے لوگ بھی آپ کو کافی تعداد میں ملیں گے جو اہل علم ہیں یا جن کا تعلق اہل علم سے ہے، وہ اس طرح کے قتل کو جائز سمجھتے ہیں اور اس پر اپنی طرف سے دلائل بھی پیش کرتے ہیں۔ ان حضرات نے جن دلائل کا سہارا لیا ہے ان میں سے ایک اہم دلیل فقہاے حنفیہ کی چند آرا ہیں جو تقریباً فقہ حنفی کی تمام کتابوں میں موجود ہیں۔ ان کو اگر سرسری نظر سے دیکھا جائے تو یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ غیرت کے نام پر قتل جائز ہے۔ معاشرے کے بہت سے دین دار لوگ ان دلائل سے متأثر ہو کر غیرت کے نام پر قتل کے مرتکب ہو جاتے ہیں، اس وجہ سے اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ فقہاے حنفیہ کی ان آرا کا تنقیدی جائزہ لیا جائے اور اگر واقعتاً ان کی وجہ سے اہل علم اور

1– Human Rights Commission of Pakistan Annual report 2010,2011
http://www.hrcp-web.org/chrcp web/wp-content/pdf/AR2010.pdf
http://www.hrcp-web.org/chrcp web/wp-content/pdf/AR2011.pdf

دین دار طبقے میں غلط فہمی پائی جاتی ہے تو اسے دور کیا جائے تاکہ وہ لوگ ان آرا کی وجہ سے قتل ناحق جیسے جرم کے ارتکاب سے بچ سکیں۔

اس تمہید کے بعد ہم اصل مقصد کی طرف آتے ہیں۔ بغیر نکاح کے مرد وعورت کا آپس میں مباشرت کرنا زنا کہلاتا ہے، قرآن کریم نے مرد اور عورت دونوں کو سختی کے ساتھ زنا سے منع کیا ہے، چناں چہ ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾ [۲] (اور زنا کے پاس بھی نہ پھٹکو، وہ یقینی طور پر بڑی بے حیائی اور بے راہ روی ہے۔)[۳]

قرآن وحدیث میں زنا کو نہ صرف یہ کہ بے حیائی اور بری راہ سے تعبیر کیا گیا ہے بلکہ اس کو حد میں داخل کر کے اس کی کڑی سزا مقرر کی گئی ہے۔ چناں چہ شریعت ایک طرف یہ حکم دیتی ہے کہ اگر کوئی زنا کرے اور شرعی شہادت سے اس کا جرم ثابت ہو جائے تو اس کو وہ انتہائی سزا دو جو کسی اور جرم میں نہیں دی جاتی کہ اگر شادی شدہ ہے تو اسے سنگ سار کرو اور غیر شادی شدہ ہے تو اسے سو کوڑے لگاؤ۔ دوسری طرف یہ فیصلہ دیتی ہے کہ کوئی شخص بغیر کافی ثبوت کے دوسرے کو اس فعل بد سے متہم نہ کرے ورنہ اسے تہمت کی سزا اسّی (۸۰) کوڑے لگائے جائیں تاکہ آئندہ وہ اپنی زبان سے ایسی بات کہنے کی جرأت نہ کرے۔

اگر بالفرض کسی نے دوسرے کو اپنی آنکھوں سے بدکاری کرتے ہوئے دیکھ بھی لیا ہے تو بھی اسے خاموش ہی رہنا چاہیے اور دوسروں تک اسے نہیں پہنچانا چاہیے، تاکہ گندگی جہاں ہے وہیں پڑی رہے پھیلے نہیں، البتہ اگر اس کے پاس گواہ موجود ہوں تو معاشرے میں بے ہودگی کے چرچے کرنے کی بجائے معاملہ عدالت یا مجاز فورم تک لے جائے اور ملزموں کا جرم ثابت کر کے انہیں سزا دلوائے۔

کاروکاری یا زنا کاری کا عام مفہوم جس سے ہر شخص واقف ہے یہ ہے کہ مرد وعورت میاں بیوی کے رشتے کے بغیر باہم مباشرت کریں۔ اس فعل کا اخلاقاً برا، مذہباً گناہ ہونا، معاشرتی اعتبار سے معیوب اور قابل اعتراض ہونا ایک ایسی چیز ہے جس پر قدیم ترین زمانے سے آج تک تمام انسانی معاشرے متفق رہے ہیں اور اس سے سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے اپنی عقل کو نفس پرستی کے تابع کر دیا ہے، کسی نے آج تک اختلاف نہیں کیا۔ اس عالم گیر اتفاق رائے کی وجہ یہ ہے کہ انسانی فطرت زنا کی حرمت کا خود تقاضا کرتی ہے، اس فعل کے عقلاً، مذہباً اور

۲- القرآن، ۱۷: ۳۲۔

۳- محمد تقی عثمانی، آسان ترجمہ قرآن (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، ۲۰۱۰ء)، ۶۰۶۔

معاشرتی طور پر برا ہونے کی بنا پر تقریباً ہر معاشرے میں بالعموم اور اسلامی معاشرے میں بالخصوص معاشرے کے افراد جب کسی مرد اور عورت کو اس طرح کی حالت میں دیکھتے ہیں تو ان کی طرف سے اس پر سخت رد عمل سامنے آتا ہے، وہ رد عمل بعض اوقات زبانی ہوتا ہے، بعض دفعہ ہاتھ چلانے کی نوبت آجاتی ہے اور بعض دفعہ انتہائی سخت رد عمل سامنے آتا ہے جس کے نتیجے میں اسلحہ نکل آتا ہے اور اس فعل کے مرتکب کو جان سے مار دیا جاتا ہے۔اس فعل پر اس طرح کے جذبات کا اظہار شرعاً کیا حیثیت رکھتا ہے اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

کسی عورت کو زنا کے ساتھ متہم کیا جائے یا کسی مرد اور عورت کو زنا یا دواعی زنا کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھ کر اسی وقت یا بعد میں زبان یا ہاتھ سے رد عمل کا اظہار کیا جائے تو اس کی کئی صورتیں بنتی ہیں:

۱- کوئی شخص بیوی کے علاوہ کسی عورت پر بدکاری اور زنا کی تہمت لگاتا ہے، خواہ وہ اس کی محرمہ ہو یا اجنبیہ، اور یہ الزام یقین کی بنا پر ہو مثلاً اس نے اپنی آنکھوں سے اسے زنا کرتے ہوئے دیکھا ہو یا محض شک اور شبہ کی وجہ سے ہو۔

اس کا حکم یہ ہے کہ الزام لگانے والے پر لازم ہے کہ وہ عدالت یا مجاز ادارے میں اور اس کے نہ ہونے کی صورت میں جماعۃ المسلمین کے سامنے چار مردوں کی گواہی سے اس الزام کو ثابت کرے، اگر وہ ثابت کر دیتا ہے تو عدالت عورت کو حد زنا لگائے گی، جو شادی شدہ ہونے کی صورت میں رجم اور غیر شادی شدہ ہونے کی صورت میں سو کوڑے ہے اور اگر الزام لگانے والا اپنے دعوے کو چار گواہوں سے ثابت نہ کر سکے اور عورت اس پر حد قذف لگانے کا مطالبہ کرے تو عدالت کی طرف سے اس پر تہمت کی سزا جاری ہوگی جو اسّی کوڑے ہے ۔چناں چہ قرآن کریم میں ہے: ﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾[۴] (زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد دونوں کو سو سو کوڑے لگاؤ۔)[۵]

۴- القرآن، ۲۴: ۲۔

۵- عثمانی، آسان ترجمہ، ۷۴۳۔

اس کے بعد ارشاد ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ﴾[٦] (اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں، پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں تو ان کو اسی کوڑے لگاؤ، اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو۔)[٧]

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ: كُفْرٌ بَعْدَ إِسْلَامٍ، أَوْ زِنًا بَعْدَ إِحْصَانٍ، أَوْ قَتْلُ نَفْسٍ بِغَيْرِ نَفْسٍ."[٨] (کسی مسلمان کا خون تین صورتوں کے علاوہ کسی صورت میں حلال نہیں: اسلام کے بعد کفر کی صورت میں یا محصن ہونے کے بعد زنا کی صورت میں یا کسی جان کے بدلے کے بغیر قتل کی صورت میں۔)

ان نصوص سے معلوم ہوا کہ شادی شدہ زانی کی سزا رجم ہے اور غیر شادی شدہ کی سزا سو کوڑے ہے، اور کسی پر زنا کی تہمت لگانے کی سزا یہ ہے کہ اسے اسی کوڑے لگائے جائیں، اور ایسا شخص فاسق اور سخت گناہ گار ہونے کی وجہ سے مردود الشہادۃ ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے کسی پاک دامن پر زنا کی تہمت لگانے کو بالاجماع کبیرہ گناہ قرار دیا گیا ہے۔[٩]

٢- کوئی شخص اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگاتا ہے خواہ وہ تہمت یقین کی بنیاد پر لگائے مثلاً اس نے اپنی آنکھوں سے اسے زنا کرتے ہوئے دیکھا، یا وہ شک کی بنیاد پر لگائے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے دعوے کو عدالت یا مجاز ادارے کے سامنے چار مرد گواہوں سے ثابت کرے، اگر وہ ثبوت پیش کر دے تو عدالت عورت کو زنا کی سزا دے گی، اور اگر وہ اپنے دعوے پر چار مرد گواہ پیش

---

٦ – القرآن، ٢٤: ٤۔

٧– عثمانی، آسان ترجمہ، ٧٤٣۔

٨– ابو داؤد سلیمان بن اشعث السجستانی، سنن أبي داؤد، كتاب الديات باب الإمام يأمر بالعفو في الدم (بیروت: المكتبة العصرية)، حدیث: ٤٥٠٢۔

٩– علاء الدین محمد بن علی الحصکفی، **الدر المختار مع رد المحتار**: كتاب الحدود، باب حد القذف (بیروت: دار الفکر، ١٩٩٢ء) ٤: ٤٣۔

نہ کرسکے اور بیوی لعان کا مطالبہ کرے تو ان کے درمیان لعان ہو گا، اور اس کے بعد عدالت ان کا نکاح فسخ کردے گی۔[(۱۰)]

۳۔ اگر کوئی شخص اپنی بیوی، محرمہ یا اجنبیہ کے ساتھ کسی مرد کو خلوت یا دواعی زنا مثلاً بوس و کنار میں سے کوئی حرکت کرتے ہوئے دیکھے یا حالت زنا میں دیکھے تو پہلے شور مچا کر یا دھمکی وغیرہ کے ذریعے ان کو روکے، اگر اس سے باز نہ آئیں تو بشرط قدرت قتل سے کم درجے کی مار پیٹ بھی کرسکتا ہے۔ عورت کو مار پیٹ کی یہ شرط ہے کہ وہ اس فعل بد پر راضی ہو، اگر وہ راضی نہ ہو بلکہ اس کے ساتھ زبرستی کی جارہی ہو تو وہ چوں کہ معذور ہے اس وجہ سے اسے مار پیٹ نہیں کی جاسکتی، جیسا کہ **فتاویٰ ہندیہ** میں ہے: ”سُئِلَ الْهِنْدُوَانِيُّ – رَحِمَهُ الله تَعَالىٰ – عَنْ رَجُلٍ وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَحِلُّ لَهُ قَتْلُه؟ قَالَ إِنْ كَانَ يَعْلَمُ أَنَّه يَنْزَجِرُ عَنْ الزِّنَا بِالصِّيَاحِ وَالضَّرْبِ بِمَا دُونَ السِّلَاحِ لَا يَحِلُّ.“[(۱۱)]

(ہندوانی رحمۃ اللہ علیہ سے ایسے آدمی کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھا تو کیا اس کے لیے اس مرد کو قتل کرنا حلال ہے؟ انھوں نے کہا کہ اگر وہ سمجھتا ہے کہ وہ شور شرابا اور اسلحہ سے کم درجے کی کسی چیز سے مارنے سے زنا سے باز آجائے گا تو قتل کرنا حلال نہیں۔)

اس عبارت سے یہ ثابت ہوا کہ ایسی صورت حال میں اگر شور اور قتل سے کم درجے کی مار پیٹ سے روکنا ممکن ہو تو قتل کا اقدام جائز نہیں، مزید تفصیلات کے لیے **فتاویٰ ہندیہ** کی طرف مراجعت کی جاسکتی ہے۔

۴۔ کسی شخص نے اپنی بیوی، محرمہ یا اجنبیہ کے ساتھ کسی مرد کو خلوت میں یا دواعی زنا یا زنا کی حالت میں دیکھا اور عورت مجبور تھی تو عورت کا قتل کسی صورت میں جائز نہیں، نہ معصیت کے ارتکاب کی حالت میں اور نہ اس کے بعد۔[(۱۲)]

۱۰۔ القرآن ۲۴: ۶، ۷، ۸، ۹؛ *علاء الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانی*، **بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع**، كتاب اللعان، شرائط وجوب اللعان (بیروت: دار الكتب العلمية، ۱۹۸۶ء)، ۳: ۲۴۰۔

۱۱۔ *نظام الدین البلخی و دیگر*، **الفتاوى الهندية**، كتاب الحدود، فصل في التعزير (بیروت: دار الفكر ۱۳۱۰ھ)، ۲: ۱۶۷۔

۱۲۔ *محمد امین بن عمر ابن عابدین الشامی*، **رد المحتار على الدر المختار**، كتاب الحدود، باب التعزير (بیروت: دار الفكر، ۱۹۹۲ء)، ۴: ۶۳، ۶۴۔

۵- کسی شخص نے اپنی بیوی، محرمہ یا اجنبیہ کے ساتھ کسی مرد کو خلوت میں دیکھا، انھوں نے زنا یا دواعی زنا میں سے کوئی حرکت نہیں کی اور عورت خلوت پر راضی بھی تھی تو اس صورت میں مرد یا عورت کو قتل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں بعض مشائخ کی رائے یہ ہے کہ جائز ہے جب کہ بعض فقہاء کے نزدیک اگر زنا یا دواعی زنا میں سے کوئی حرکت نہ پائی گئی ہو تو محض خلوت کی وجہ سے انہیں قتل کرنا جائز نہیں۔ (۱۳)

٦- کوئی شخص اپنی بیوی، محرمہ یا اجنبیہ کو کسی مرد کے ساتھ خلوت میں دواعی زنا یا زنا کرتے ہوئے پائے اور مرد و عورت دونوں اس پر راضی ہوں اور وہ ارتکاب معصیت کے وقت کچھ نہ کہے تو بعد میں مرد اور عورت میں سے کسی کو قتل کرنا جائز نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ جن حضرات نے قتل کو جائز قرار دیا ہے انھوں نے تغییر منکر اور نہی عن المنکر کی وجہ سے جائز قرار دیا ہے اور نہی عن المنکر صرف ارتکاب معصیت کی حالت میں جائز ہوتا ہے، اس کے بعد نہی عن المنکر کا کوئی معنیٰ نہیں بنتا۔ (۱۴)

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بعض متأخرین کے مطابق حد کا اختیار صرف امام کو حاصل ہے اور تعزیر کا حق شوہر، مولیٰ اور ہر اس شخص کو حاصل ہے جو کسی کو معصیت اور گناہ کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھے۔ (۱۵)

واضح رہے کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جو کہا ہے کہ حالت مباشرت میں ہر شخص کو تعزیر کا اختیار ہے اس میں تعزیر سے مراد اس کا اصطلاحی معنیٰ نہیں بلکہ اس کا لغوی معنیٰ یعنی سزا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص نہی عن المنکر کی حیثیت سے ہاتھ سے بھی روک سکتا ہے بشرطے کہ اس کے علاوہ روکنے کی کوئی صورت نہ ہو، اصطلاحی معنیٰ کے اعتبار سے تو تعزیر کا اختیار صرف حکومت کو ہوتا ہے اور کسی کو نہیں ہوتا۔

۱۳- ابن عابدین، نفسِ مرجع۔

۱۴- زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم المصری، **البحرالرائق شرح كنز الدقائق**، كتا ب الحدود، فصل في التعزير (بيروت: دار الكتاب الإسلامي، س۔ ن)، ۵: ۵۴۔

۱۵- ابن عابدین، مرجع سابق، ۴: ٦۰۔

یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ ہمارے معاشرے میں عموماً یہی صورت حال پیش آتی ہے کہ کسی نے مرد اور عورت کو کسی قابل اعتراض حالت میں دیکھا نہیں ہوتا، بلکہ بعد میں کسی کے الزام لگانے یا کسی کے کہنے کی وجہ سے شک کی بنا پر یا کسی اور وجہ سے غیرت کے نام پر قتل کر دیا جاتا ہے۔ مندرجہ بالا تفصیل سے واضح ہے کہ اگر کسی نے اپنی آنکھوں سے مرد اور عورت کو زنا کرتے ہوئے دیکھا اس وقت کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا تو وقت کے گزر جانے کے بعد کسی صورت میں مرد اور عورت کا قتل جائز نہیں۔ البتہ اگر اس کے پاس ثبوت موجود ہے تو ان کے خلاف قانونی کارروائی کر سکتا ہے۔

٧- کوئی شخص اپنی بیوی، محرمہ یا اجنبیہ کے ساتھ کسی مرد کو دواعی زنا یا زنا کی حالت میں دیکھے اور وہ دونوں اس پر راضی بھی ہوں اور قتل کے بجائے انھیں اس برائی سے روکنے کا کوئی راستہ نہ ہو تو ان میں سے کسی ایک یا دونوں کو قتل کرنا جائز ہے کہ نہیں؟ اس کے بارے میں اصل اور بنیاد علامہ ہندوانی کا ایک فتویٰ ہے جس کو تقریباً تمام فقہا نے نقل کیا ہے، اور مذکورہ صورت کے حکم میں اسی کو بنیاد بنایا ہے۔ یہ فتویٰ علامہ زیلعی نے یوں نقل کیا ہے: "وَسُئِلَ الْهِنْدُوَانِيُّ عَنْ رَجُلٍ وَجَدَ رَجُلًا مَعَ امْرَأَةٍ يَحِلُّ لَهٗ قَتْلُه قَالَ إنْ كَانَ يَعْلَمُ أَنَّه يَنْزَجِرُ بِالصِّيَاحِ وَالضَّرْبِ بِمَا دُونَ السِّلَاحِ لَا وَإِنْ عَلِمَ أَنَّهُ لَا يَنْزَجِرُ إلَّا بِالْقَتْلِ حَلَّ لَهُ الْقَتْلُ وَإِنْ طَاوَعَتْهُ الْمَرْأَةُ حَلَّ لَهٗ قَتْلُهَا أَيْضًا." [١٦]

(ہندوانی رحمۃ اللہ علیہ سے ایسے آدمی کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھا تو کیا اس کے لیے اس مرد کو قتل کرنا حلال ہے؟ انھوں نے کہا کہ اگر وہ سمجھتا ہے کہ وہ شور شرابا اور اسلحہ سے کم درجے کی کسی چیز سے مارنے سے زنا سے باز آجائے گا تو قتل کرنا حلال نہیں اور اگر اسے یقین ہو کہ قتل کے بغیر وہ باز نہیں آئے گا تو اس کے لیے مرد کو قتل کرنا حلال ہے اور اگر عورت بھی اس پر راضی ہو تو عورت کو قتل کرنا بھی جائز ہے۔)

محقق چلپی اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ امام ابو یوسف سے صورت مسئلہ یوں منقول ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی، محرمہ یا باندی کے ساتھ کسی مرد کو زنا کرتے ہوئے دیکھے اور قتل کے سوا روکنے کا کوئی راستہ نہ ہو تو مرد کو اور اگر عورت اس پر رضامند ہو تو اس کو بھی قتل کر سکتا ہے۔ اور امام محمد سے منقولہ روایت کے مطابق

١٦- عثمان بن علی الزیلعی، تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، كتاب الحدود، فصل في التعزير (قاہرہ: المطبعة الكبرى الأميرية، ١٣١٣ھ)، ٣: ٢٠٨۔

اگر کوئی شخص کسی مرد کو کسی بھی عورت کے ساتھ زنا کرتے ہوئے دیکھے تو مرد کو قتل کرنا جائز ہے بشرطے کہ وہ شادی شدہ ہو، جب کہ علامہ ہندوانی کی مذکورہ روایت کے مطابق اگر کسی مرد کو کسی بھی عورت کے ساتھ زنا کرتے ہوئے دیکھا جائے تو اس کو قتل کرنا جائز ہے بشرطے کہ دیکھنے والے کو اس بات کا یقین ہو کہ وہ قتل کے سوا کسی دوسرے طریقے سے باز نہیں آئے گا، اگر کسی دوسرے طریقے سے باز آسکتا ہو تو قتل جائز نہیں اور اگر عورت زنا پر راضی ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔[17]

علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی صورت مسئلہ ذکر کی ہے۔[18] علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی صورت ذکر کی ہے اور ان کے مطابق اجنبیہ اور محرمہ میں فرق ہے وہ یہ کہ اجنبیہ کے ساتھ زنا کی حالت میں اگر کسی کو دیکھا جائے تو قتل تب جائز ہے جب کہ وہ شور شرابے وغیرہ کسی دوسرے طریقے سے اس حرکت سے باز نہ آئیں، ورنہ قتل جائز نہیں، جب کہ بیوی اور محرمہ کے ساتھ دیکھنے کی صورت میں بغیر کسی شرط کے قتل جائز ہے، جیسا کہ صاحب منیہ نے نقل کیا ہے۔[19] علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی صورت ذکر کی ہے اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شرح میں اسی صورت کو اختیار کیا ہے۔[20]

ان تمام حضرات کی عبارات کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی مرد کو کسی عورت کے ساتھ زنا کرتے ہوئے دیکھا جائے تو مرد کو اور اگر عورت اس پر راضی ہو تو دونوں کو قتل کرنا جائز ہے، خواہ وہ عورت دیکھنے والے کی بیوی ہو، محرمہ ہو یا اجنبیہ ہو، صرف ایک شرط ہے وہ یہ کہ قتل کے سوا اس برائی سے روکنے کا کوئی راستہ نہ ہو۔

جب کہ ہندیہ میں صورت مسئلہ اس سے مختلف ذکر کی گئی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ قتل کا حکم صرف اس وقت ہے جب کہ کسی کو اپنی بیوی کے ساتھ حالت زنا میں پائے، کیوں کہ اس میں "مع امرأته" کے الفاظ مذکور ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ باقی عورتوں کے بارے میں یہ حکم نہیں ہے اور بیوی کے ساتھ پانے کی

١٧- شہاب الدین احمد بن محمد الشلبی، **حاشية الشلبي على فتح القدير**، كتاب الحدود، فصل في التعزير (کوئٹہ: مكتبة رشيدية، س-ن)۔

١٨- کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن الہمام السیواسی، **فتح القدير**، كتاب الحدود، فصل في التعزير (کوئٹہ: مكتبة رشيدية)، ۵: ۳۴۶۔

١٩- ابن نجیم، **البحر الرائق**، كتاب الحدود، فصل في التعزير، ۵: ۴۵۔

٢٠- ابن عابدین، **رد المحتار**: كتا ب الحدود، فصل في التعزير، ۴: ۶۴۔

صورت میں بھی یہ حکم تب ہے جب کہ شور شرابے وغیرہ سے باز آنے کی کوئی صورت نہ ہو۔(۲۱) علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی **فتاویٰ بزازیہ** کے حوالے سے یہی صورت ذکر کی ہے۔(۲۲)

علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نے **منیہ** کے حوالے سے جو صورت مسئلہ نقل کی ہے اس سے ایک تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ قتل کا یہ حکم اس صورت میں ہے جب کسی کو اپنی بیوی یا محرمہ کے ساتھ زنا کرتے ہوئے دیکھے، دوسرا یہ کہ اس میں قتل کا حکم مطلق ہے خواہ دوسرے طریقے سے باز آنے کی امید ہو یا نہ ہو۔(۲۳)

فتاویٰ خانیہ میں اس مسئلے کی تعبیریوں کی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو اپنی بیوی یا کسی دوسرے کی بیوی کے ساتھ حالت زنا میں دیکھے تو اس کو قتل کرنا جائز ہے، لیکن اس کی ایک شرط یہ ہے کہ وہ شخص شادی شدہ ہو جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ قتل بطور حد کے ہے، کیوں کہ شادی شدہ کی حد قتل اور رجم ہوتی ہے، دوسری یہ کہ وہ قتل کے علاوہ کسی دوسرے طریقے سے باز نہ آئے۔(۲۴) جب کہ علامہ شامی نے **منحة الخالق** میں اس کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ یہ قتل بطور حد کے نہیں بلکہ نہی عن المنکر کے ہے۔(۲۵)

اس تفصیل سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ اس آخری صورت (نمبر۷) کے بارے میں فقہا کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی نے اس اختلاف کو دور کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اس کے باوجود اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ فقہا کی مذکورہ عبارات سے مجموعی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس صورت میں قتل جائز ہے۔

اس سلسلے میں مقالہ نگار کی رائے یہ ہے کہ اس صورت میں بھی قتل کے علاوہ کسی طریقے سے مرد اور عورت کو روکنے کی کوشش کی جائے، مثلاً شور مچا کر، ڈرا دھمکا کر، یا انتظامیہ اور یا مجاز ادارے کو اطلاع کر کے انھیں

۲۱۔ البلخی، **الفتاوی الهندية**، كتا ب الحدود، فصل في التعزير، ۲: ۱۶۷۔

۲۲۔ ابن عابدین، **منحة الخالق على البحر الرائق**، كتا ب الحدود، فصل في التعزير (بيروت: دارالكتاب الإسلامي، س۔ن)، ۵: ۴۴ ومابعد۔

۲۳۔ ابن نجیم، **البحر الرائق**، كتاب الحدود، فصل في التعزير، ۵: ۴۵۔

۲۴۔ فخر الدین محمود اوزجندی، **فتاوى خانية على هامش الهندية**، كتاب الحدود (کوئٹہ: مكتبة رشيدية، س۔ن)۔

۲۵۔ ابن عابدین، **منحة الخالق**، كتا ب الحدود، فصل في التعزير، ۵: ۴۴ ومابعد۔

روکا جائے، اگر دیکھنے والا ان طریقوں میں سے کوئی بھی طریقہ اختیار کرلیتاہے تو وہ اپنی ذمے داری سے بری ہوجائے گا، اس کے لیے اس صورت میں بھی برائی کو قتل کے ذریعے ختم کرنا جائز نہیں قرار دیا جاسکتا؛ اس کی وجوہ مندرجہ ذیل ہیں:

پہلی وجہ

۱- قتل کے جائز ہونے کے بارے میں فقہا کی جو عبارات ماقبل میں ذکر کی گئی ہیں ان میں کئی اعتبار سے اختلاف پایا جاتاہے، جس کی طرف ماقبل میں اشارہ کیا گیاہے، یہاں مزید تفصیل نمبر وار پیش کی جاتی ہے:

۱- بعض عبارات سے معلوم ہوتاہے کہ یہ جواز صرف بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھنے کی صورت میں ہے، جیسا کہ ہندیہ کی عبارت میں ہے، کیوں کہ اس میں "امرأته" کے الفاظ ہیں، جب کہ بعض سے یہ معلوم ہوتاہے کہ محرمہ اور اجنبیہ کے بارے میں بھی یہی حکم ہے، جیسا کہ علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ، محقق چلپی وغیرہ کی عبارات میں ہے، کیوں کہ ان میں "امرأة" کے الفاظ ہیں۔

۲- بعض عبارات سے معلوم ہوتاہے کہ اگر مرد اور عورت رضامندی سے یہ کام کررہے ہوں تو قتل کا حکم مطلق ہے، اس کے ساتھ مزید کوئی شرط نہیں، جیسا کہ منیہ کی عبارت میں ہے، جب کہ بعض عبارات سے یہ معلوم ہوتاہے کہ اس کے ساتھ یہ شرط بھی ہے کہ قتل کے علاوہ شور وغیرہ کے ذریعے ان کو روکنے کا کوئی راستہ نہ ہو، جیسا کہ ہندیہ کی عبارت میں ہے۔

۳- بعض عبارات سے معلوم ہوتاہے کہ اجنبیہ کے بارے میں تو یہ شرط ہے کہ قتل کے علاوہ کوئی طریقہ نہ ہو، جب کہ بیوی اور محرمہ کے بارے میں یہ شرط نہیں جیسا کہ علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے، جب کہ بعض عبارات سے یہ معلوم ہوتاہے کہ زوجہ، محرمہ اور اجنبیہ تمام کے بارے میں یہ شرط ہے، جیسا کہ علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ اور چلپی کی عبارت میں ہے۔

واضح رہے کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس اختلاف کا یہ جواب دیاہے کہ منیہ کی عبارت مطلق ہے اور جن فقہا کی عبارات میں یہ شرط مذکور ہے وہ مقید ہیں، اور مطلق کو مقید پر محمول

کیا جاتا ہے لہٰذا مطلق کو مقید پر محمول کر کے تمام عورتوں میں یہ شرط لگائی جائے گی۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ یہ شرط اس وقت ہے جب کہ مرد اور عورت کو دواعی زنا کا مرتکب پایا جائے۔ اگر وہ زنا کرتے ہوئے پائے جائیں تو یہ شرط نہیں بلکہ مطلقاً ان کا قتل جائز ہے، علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق اس طرح یہ اختلاف ختم ہو جائے گا۔[۲۶]

قابل غور بات یہ ہے کہ علامہ شامی کے ذکر کردہ جواب سے مذکورہ اختلاف تو ختم ہو جائے گا لیکن ایک اور اختلاف جنم لے گا جسے ہم چوتھا اختلاف قرار دیں گے وہ یہ ہے:

۴- بعض عبارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قتل کا حکم صرف اس صورت میں ہے جب کہ بالفعل دونوں کو زنا کرتے ہوئے دیکھا جائے، خلوت اور دواعی زنا کا یہ حکم نہیں، جیسا کہ منیہ کی عبارت میں ہے، کیوں کہ اس کے الفاظ ہیں "وهو يزني بها" جب کہ بعض عبارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خلوت اور دواعی زنا کا بھی یہی حکم ہے جیسا کہ **الدر المختار** کی عبارت میں ہے، کیوں کہ اس کے الفاظ ہیں "وجد رجلا مع امرأته" جس کی شرح میں علامہ شامی کہتے ہیں کہ بظاہر اس سے مراد خلوت ہے، بشرطے کہ مرد کی طرف سے کوئی حرکت نہ دیکھی گئی ہو۔[۲۷]

۵- بعض عبارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قتل کے جواز کے لیے یہ شرط ہے کہ زانی شادی شدہ ہو ورنہ قتل جائز نہیں، جیسا کہ امام محمد کا مذہب نقل کیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ قتل بطور حد کے ہے، جب کہ دوسری بعض عبارات اس پر دال ہیں کہ محصن ہونا شرط نہیں، کیوں کہ احصان کی شرط اس وقت ہوتی ہے جب کہ بطور حد کے قتل کیا جا رہا ہو اور یہاں قتل حد کے طور پر نہیں کیا جا رہا بلکہ نہی عن المنکر کے طور پر کیا جا رہا ہے، جیسا کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔

فقہا کے ان اختلافات کے ہوتے ہوئے ان کی مذکورہ عبارت سے قتل جیسے نازک حکم پر استدلال کرنا بظاہر صحیح معلوم نہیں ہوتا۔

۲۶- ابن عابدین، **رد المحتار**، باب التعزیر، ۴: ۶۳۔

۲۷- ابن عابدین، نفس مرجع، ۴: ۶۳۔

دوسری وجہ

دوسری وجہ یہ ہے کہ جن حضرات نے اس صورت میں قتل کی اجازت دی ہے، انھوں نے اس حیثیت سے اجازت دی ہے کہ یہ نہی عن المنکر اور تغییر منکر ہے اور تغییر منکر کی ہر شخص کو اجازت بلکہ حکم ہے، اور اگر قتل کے بغیر تغییر منکر نہ ہو سکے تو اس کی خاطر قتل بھی جائز ہے، جیسا کہ علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے۔ اس پر علامہ ابن الہمام نے تغییر منکر والی مشہور حدیث سے استدلال کیا ہے جس کے الفاظ ہیں: ''مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ.''[۲۸] (تم میں سے جو شخص کسی منکر کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے تبدیل کر دے، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل سے اسے برا سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔)

جس کا مطلب یہ ہے کہ شریعت نے ہر ایک کو ہاتھ سے تغییر منکر کی اجازت دی ہے، لہٰذا مذکورہ صورت میں تغییر منکر کے طور پر قتل جائز ہے۔[۲۹] لیکن موجودہ حالات میں بالخصوص ہمارے معاشرے میں زیر بحث مسئلے میں اس حدیث سے استدلال کر کے قتل کے جواز کو ثابت کرنا درست نہیں، اس کی بھی مختلف وجوہ ہیں، مثلاً:

۱- ایک وجہ یہ ہے کہ بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ اس حدیث میں تغییر بالید کا حکم ہر ایک کو نہیں بلکہ حکم رانوں کو ہے، تغییر باللسان کا علما کو اور تغییر بالقلب کا عوام کو ہے۔[۳۰] جب تغییر بالید کا حکم ہر ایک کو نہیں تو ہر ایک کے لیے تغییر بالید کے طور پر قتل کرنا بھی جائز نہیں ہوگا۔

۲- دوسری وجہ یہ ہے کہ عوام کو تغییر بالید کا حکم ہے یا نہیں؟ سابقہ تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ اس میں فقہا کا اختلاف پایا جاتا ہے اور یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے اور یہ اصول ہے کہ مجتہد فیہ مسئلے میں حکم حاکم رافع خلاف

۲۸- مسلم بن حجاج القشیری، صحیح مسلم، باب كون النهي عن المنكر من الإيمان (بيروت: دار إحياء التراث العربي، س۔ن) ۱: ۶۹، رقم: ۴۹۔

۲۹- ابن الہمام، فتح القدير (بيروت: دار الفكر) كتاب الحدود، فصل في التعزير، ۵: ۳۴۶۔

۳۰- ابو الحسن علی بن (سلطان) محمد نور الدین الملا الروی القاری، مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب مالايدعى على المحدود (بيروت: دار الفكر، ۲۰۰۲ء)، ۶: ۲۳۷۹۔

ہوتا ہے،[۳۱] اور یہ بات واضح ہے کہ قانون کی رو سے اس طرح تغییر بالید اور قتل کرنا منع اور قابل سزا جرم ہے جیسا کہ ما قبل میں گزرا اور یہ قانون خلاف شریعت بھی نہیں، کیوں کہ اگر ہر ایک کو اس طرح تغییر بالید کی اجازت دے دی جائے تو معاشرے میں بدامنی اور فساد پیدا ہو جائے گا، اور یہ بھی اصول ہے کہ جائز امور میں قانون کی اطاعت واجب ہوتی ہے۔[۳۲] لہٰذا اس قانون کے ہوتے ہوئے کسی کے نزدیک بھی قتل کی صورت میں تغییر منکر کی اجازت نہیں ہوگی۔

تیسری وجہ

تیسری وجہ یہ ہے کہ علما نے تغییر بالید کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ اس کے نتیجے میں جس منکر سے روکا جا رہا ہے اس سے بڑی برائی اور فساد لازم نہ آئے ورنہ تغییر بالید جائز نہیں ہوگا۔[۳۳]

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے امام الحرمین کے حوالے سے اس بارے میں بڑی اہم بات نقل کی ہے کہ اگر تغییر بالید کی صورت میں فتنہ وفساد، جنگ وجدل اور اسلحہ نکل آنے کا خطرہ ہو تو تغییر بالید کی اجازت نہیں ہوگی، بلکہ اس صورت میں برائی کو دیکھنے والے کی صرف اتنی ذمے داری ہے کہ وہ متعلقہ حاکم کو اس کی اطلاع کر دے اس طرح وہ اپنی ذمے داری سے بری ہو جائے گا۔[۳۴]

آج کے دور میں قتل کی اجازت دینے سے ایک تو لاقانونیت یہ ہوگی کہ لوگوں میں امانت اور دیانت نہ ہونے کی وجہ سے اغراض نفسانیہ اور ذاتی دشمنی کی خاطر قتل کا دروازہ کھل جائے گا، جس سے معاشرے میں وہ بدامنی اور بے چینی لازم آئے گی جو کسی سے مخفی نہیں، دوسرے اس کی وجہ سے لوگوں کے درمیان جنگ وجدل، قتال اور اسلحہ کا اظہار لازم آئے گا، اور یہ دونوں چیزیں اس منکر سے کہیں بڑھ کر ہیں جس کو روکنے کے لیے ہر آدمی کے ہاتھ میں قتل کا اختیار دیا جا رہا ہے۔

۳۱۔ ابن عابدین، **رد المحتار**: كتاب الدعوى، ۵: ۴۲۲۔

۳۲۔ ابن عابدین، **رد المحتار**، باب العيدين، ۲: ۱۷۲۔

۳۳۔ القاری، **مرقاة المفاتيح**، باب الأمر بالمعروف، ۸: ۳۲۰۹۔

۳۴۔ یحییٰ بن شرف النووی، **المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج**، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان (بيروت: دار إحياء التراث العربي، ۱۳۹۲ھ)، ۲: ۲۵۔

چوتھی وجہ

چوتھی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں قتل کے ناجائز ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ حدیث میں تو تغییر منکر کی اجازت دی گئی ہے، قتل تغییر منکر نہیں بلکہ یہ تو مرتکب منکر کو سرے سے ختم کر دینا ہے جس کی حدیث میں اجازت نہیں۔

پانچویں وجہ

پانچویں وجہ یہ ہے کہ حضرت سعد نے رسول اللہ ﷺ سے جب سوال کیا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو پائے تو وہ اسے قتل کر سکتا ہے کہ نہیں؟ تو آپ نے انھیں واضح طور پر قتل کرنے سے منع فرمایا، چناں چہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ”أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ الْأَنْصَارِيَّ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ،أَرَأَيْتَ الرَّجُلَ يَجِدُ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُه؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا،قَالَ سَعْدٌ: بَلَى، وَالَّذِي أَكْرَمَكَ بِالْحَقِّ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اسْمَعُوا إِلَى مَا يَقُولُ سَيِّدُكُمْ.“[۳۵] (سعد بن عبادہ انصاری نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے یہ بتائیے کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو پائے تو کیا وہ اسے قتل کر سکتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں، سعد نے کہا کیوں نہیں؟ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ عزت دی ہے (وہ قتل کرے گا) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سنو! تمھارا سردار کیا کہتا ہے!)

جب حضور اقدس ﷺ نے واضح طور پر منع کر دیا تو یہ حدیث تغییر بالید والی حدیث کے اندر تخصیص پیدا کر دے گی، جس کا مطلب یہ ہو گا کہ اس طرح کی صورتِ حال میں شوہر کے لیے زنا کی تغییر بقتل الزانی جائز نہیں۔ جب شوہر کے لیے یہ جائز نہیں تو کسی اور کے لیے کیسے جائز ہو سکتی ہے؟ اور جب زنا کی تغییر قتل سے جائز نہیں تو دواعی زنا کی تغییر قتل سے بدرجہ اولیٰ جائز نہیں ہو گی۔ واضح رہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے جواب کا مقصد

۳۵- امام مسلم، **صحیح مسلم**،کتاب الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفى عنها زوجها و غيرها بوضع الحمل، ۲: ۱۱۳۵،رقم: ۱۴۹۸۔

حضور ﷺ کی بات کو رد کرنا نہیں تھا بلکہ قتل کی اجازت کے لیے دوبارہ رجوع کرنا مقصود تھا، لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے انکار فرمایا تو خاموش ہو گئے اور آپ ﷺ کی بات مان لی۔[۳۶]

اس حدیث میں گو رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد کی غیرت کی تعریف فرمائی، لیکن اس کے باوجود قتل کی اجازت نہیں دی۔ معلوم ہوا کہ غیرت اچھی چیز ہے لیکن اس کی وجہ سے قتل جائز نہیں، چناں چہ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ نے کہا: اے اللہ کے رسول اگر میں اپنی اہلیہ کے ساتھ کسی مرد کو پاؤں تو کیا میں اس وقت تک اسے ہاتھ نہیں لگا سکتا جب تک چار گواہ نہ لے آؤں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا جی ہاں، انھوں نے کہا ہرگز نہیں قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں تو اس سے پہلے ہی تلوار کے ساتھ اس کا کام تمام کر دوں گا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اسْمَعُوا إِلَى مَا يَقُولُ سَيِّدُكُمْ، إِنَّه لَغَيُورٌ، وَأَنَا أَغْيَرُ مِنْه، وَاللهُ أَغْيَرُ مِنِّي." [۳۷] (اپنے سردار کی بات سنو، وہ بڑے غیرت مند ہیں، میں ان سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ غیرت مند ہیں۔) معلوم ہوا کہ قتل نہ کرنے کا حکم غیرت کے خلاف نہیں، کیوں کہ یہ حکم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا دیا ہوا ہے جو سب سے زیادہ غیرت مند ہیں۔

چھٹی وجہ

بیوی کو کسی کے ساتھ زنا کی حالت میں پانے کی صورت میں قتل کے ناجائز ہونے کی چھٹی وجہ یہ ہے کہ ایسی بیوی سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے لعان کا حکم موجود ہے جو اسی صورت کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ جب ایک ایسا راستہ موجود ہے جس میں کسی خطرے اور فتنے کا اندیشہ نہیں تو اس کے ہوتے ہوئے قتل جیسے خطرناک راستے کو اختیار کرنے کی کیا ضرورت ہے، اگر قتل ہی ضروری ہوتا تو پھر لعان کا حکم کیوں نازل ہوا؟ چناں چہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اگر کوئی شخص کسی مرد کو اپنی بیوی کے ساتھ پائے تو اگر زبان سے کچھ کہتا ہے تو آپ اسے تہمت کی سزا دیں گے اور اگر اسے قتل کر دے تو

۳۶- محمد تقی العثمانی، **تکملة فتح الملهم**، کتاب اللعان (کراچی: مکتبة دار العلوم، س۔ن)، ا: ۲۵۵۔

۳۷- امام مسلم، **صحیح مسلم**، کتاب الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفى عنها زوجها و غيرها بوضع الحمل، ۲: ۱۱۳۵، رقم: ۱۴۹۸۔

آپ اسے قصاص میں قتل کر دیں گے اور اگر خاموش رہے تو یہ غم و غصہ دل میں پالے رکھے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس مشکل کے حل کے لیے دعا فرمائی تو لعان کی آیات نازل ہوئیں۔(۳۸)

حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگانے کا جو واقعہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے اس میں بالکل واضح طور پر موجود ہے کہ انھوں نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھا لیکن دونوں کو کچھ نہیں کہا، بلکہ صبح رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر اس کے بارے میں حکم پوچھا، ان کا یہ سوال آپ ﷺ کو بہت برا لگا۔ لوگ کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ ابھی ہلال کو تہمت کی سزا دیں گے اور ان کی گواہی نا قابل قبول قرار دیں گے، ہلال کہنے لگے اے اللہ کے نبی مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ میرے سوال سے آپ ﷺ کو پریشانی ہوئی لیکن اللہ جانتا ہے کہ میں سچا ہوں، رسول اللہ ﷺ انھیں تہمت کی سزا دینے کا ارادہ کر چکے تھے کہ لعان کی آیات نازل ہوئیں۔(۳۹)

ان روایات سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ایسی حالت میں مرد یا عورت کو قتل کرنے کے بجائے کسی دوسرے طریقے سے روکا جائے اور اگر آئندہ کے لیے مرد کی غیرت عورت کو اپنے نکاح میں رکھنا گوارا نہ کرے تو لعان یا طلاق کے ذریعے اسے اپنی زوجیت سے علاحدہ کر دے۔ جب بیوی کے بارے میں یہ حکم موجود ہے تو اسے قتل کرنا جائز نہیں ہو گا، اور جب بیوی کو قتل کرنا جائز نہیں تو دوسری عورتوں کا قتل بدرجۂ اولیٰ ناجائز ہو گا۔

واضح رہے کہ بعض علما نے اس مسئلے میں قضا اور دیانت کا فرق کیا ہے اور کہا ہے کہ ایسی حالت میں قتل کرنا قضاءً تو جائز نہیں ہے، اگر قتل کر دیا تو عدالت میں چار گواہوں سے یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ مقتول زنا کا مرتکب پایا گیا جس کی وجہ سے اسے قتل کیا گیا، ورنہ قاتل کو قصاص میں قتل کیا جائے گا یہاں تک کہ اگر اس پر دو گواہ بھی پیش کر دیے تو بھی اسے قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ البتہ دیانتاً یعنی اللہ کے ہاں اس سے مواخذہ نہ ہو گا، بشرطے کہ زانی شادی شدہ ہو اور اس نے ایسا فعل کیا ہو جس کی وجہ سے غسل واجب ہوتا ہے۔ دیانت اور قضاء کے اس فرق پر ان کا استدلال حضرت سلمہ بن محبق کی روایت سے ہے جو پہلے گزر چکی ہے اور اس میں ہے کہ پہلے رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد کی موافقت کی اور فرمایا: ''كَفَى بِالسَّيْفِ شَاهِدًا'' (تلوار کافی شہادت ہے۔) پھر

۳۸۔ امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب اللعان، ۲: ۱۱۳۵، رقم: ۱۴۹۸۔

۳۹۔ احمد بن حنبل الشیبانی، المسند، مسند عبد اللہ بن عباس (بیروت: مؤسسة الرسالة، ۲۰۰۱ء)، ۴: ۲۱۳۱، رقم: ۳۴۔

فرمایا: ''لَا لَا، أَخَافُ أَنْ يَتَتَابَعَ فِيهَا السَّكْرَانُ وَالْغَيْرَانُ'' (۴۰) (نہیں نہیں مجھے خطرہ ہے کہ اس میں نشیلے اور غیرت مند لوگ مسلسل قتل کرنا شروع کر دیں گے۔)

ان حضرات کے مطابق آپ ﷺ کا پہلا ارشاد دیانت کے بارے میں ہے کہ دیانت کے طور پر قتل جائز ہے اور دوسرا قضا کے بارے میں ہے کہ قضاءً اس کی اجازت نہیں ہے۔ (۴۱)

اس کے جواب میں عرض ہے کہ ہماری ناقص رائے میں اس روایت سے دیانتاً قتل کے جواز پر استدلال کرنا بھی درست نہیں، اس کی وجوہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱- یہ حدیث ضعیف ہے، کیوں کہ اس کی سند میں ایک راوی قبیصہ بن حریث بن قبیصہ ہیں جن پر محدثین نے کلام کیا ہے۔ ابن حبان اور ابو الحسن العجلی نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے، جب کہ امام بخاری نے کہا ہے کہ ان کی حدیث میں نظر ہے۔ ابن القطان رحمۃ اللہ علیہ نے انھیں مجہول، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی حدیث کو غیر صحیح قرار دیا ہے، ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو ضعیف مطروح، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے غیر معروف علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے مجہول کہا ہے۔ اس وجہ سے علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے بعض حضرات نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (۴۲) لہٰذا یہ حدیث ضعیف یا مختلف فیہ ہے اور اس طرح کی کم زور حدیث سے قتل جیسے اہم حکم پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

۲- اگر حدیث کو صحیح بھی مان لیا جائے تو پہلے جو قتل کا حکم دیا گیا تھا بعد میں اسی سے ممانعت کی گئی، لہٰذا اگر وہ حکم دیانت کا تھا تو بعد میں ممانعت بھی دیانت ہی کی کی گئی، اس لیے یہ کہنا بظاہر درست نہیں ہو گا کہ اجازت دیانت کی وجہ سے ہے اور ممانعت قضا کے اعتبار سے ہے۔

۳- دیانۃً قتل کی جو اجازت دی گئی ہے اس میں یہ واضح نہیں کہ کس بنیاد پر اس کی اجازت دی گئی ہے؟ چناں چہ اس میں کئی احتمال ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ غیرت کی وجہ سے اجازت دی گئی ہے اگر یہ وجہ ہو تو

۴۰- السجستانی، **سنن أبي داود**، كتاب الحدود، باب في الرجم، ۴: ۱۴۴، رقم: ۴۴۱۷۔

۴۱- العثمانی، **تکملة فتح الملهم**، كتاب اللعان، ۱: ۲۵۷۔

۴۲- محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی، **سنن ابن ماجة مع تعليق محمد فؤاد عبد الباقي**، كتاب الحدود، باب الرجل يجد مع امرأته رجلا (بیروت: دار الجيل، ۱۴۱۸ھ)، ۲: ۸۶۸، رقم: ۲۶۰۶؛ احمد بن علی بن حجر العسقلانی، **تهذيب التهذيب**، حرف القاف (انڈیا: دائرة المعارف النظامية، ۱۳۲۶ھ) ۸: ۳۱۰۔

اس کی بنا پر قتل اس وجہ سے صحیح نہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت سعد کی روایت میں اس بنیاد پر قتل سے واضح طور پر منع فرمادیا ہے، کیوں کہ حضرت سعد نے جب قتل کی اجازت پر اصرار کیاتو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سنو! تمھارے سردار کیا کہتے ہیں، وہ بہت غیرت مند ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ غیرت کی بنیاد پر قتل کو مناسب سمجھتے تھے اور حضور ﷺ نے جو قتل سے منع فرمایا اس میں غیرت اس سے زیادہ ہے کیوں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ان سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیرت مند ہیں۔ اس کے باوجود اگر قتل کی اجازت دی جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ غیرت حکم شرعی کے تابع نہیں ہوتی حالاں کہ غیرت وہی محمود ہے جو شریعت کے تابع ہو۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ قتل کی اجازت نہی عن المنکر اور تغییر منکر کی وجہ سے دی گئی ہے، اگر یہ وجہ ہو تو اس کا غلط ہونا سابقہ صفحات میں واضح کیا جا چکا ہے۔ تیسرا احتمال یہ ہے کہ یہ اجازت حد یا تعزیر کے طور پر دی گئی ہے کیوں کہ بعض اہل علم نے مرد کے قتل کے جائز ہونے کے لیے اس کے شادہ شدہ ہونے اور اس کی طرف سے ایسے فعل کے پائے جانے کی شرط لگائی ہے جس سے غسل واجب ہوتا ہے۔[۴۳] کیوں کہ مرد کے ثیب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ شادی شدہ ہو جو کہ حد زنا کی شرط ہے، لیکن یہ وجہ اس لیے درست نہیں کہ تعزیر اور حد کا اختیار صرف حکومت یا اس کی طرف سے مجاز ادارے کو ہوتا ہے، ہر کس وناکس کو اس کا اختیار حاصل نہیں۔

۴- اس طرح قتل کی اجازت سے ذاتی اغراض اور دشمنیوں کی خاطر قتل کا دروازہ کھلتا ہے، گویا دیانت پر مبنی یہ حکم جس برائی کو روکنے کے لیے جائز قرار دیا گیا ہے اس سے بڑی برائی اور فساد کا پیش خیمہ ثابت ہو رہا ہے، لہٰذا سدِ ذریعہ کے اصول کے پیش نظر اس سے منع کر دینا چاہیے۔

۵- اگر کسی اسلامی ملک میں لوگوں کی مصلحت کی خاطر یہ قانون بنا دیا گیا ہو کہ ایسی حالت میں کسی کو قتل کی اجازت نہیں تو اس قانون کی اطاعت دیانتاً بھی لازم ہو گی، اور اس کی وجہ سے جیسے قضاءً قتل ناجائز ہو گا ایسے ہی دیانتاً بھی قتل کی اجازت نہ ہو گی اور ظاہر ہے کہ ملک کا قانون کسی کو اس کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ کسی کو ایسی حالت میں دیکھ کر خود قتل کر ڈالے، بلکہ قانوناً اس کی ذمے داری یہ ہے کہ وہ متعلقہ محکمے کو

۴۳- العثمانی، تکملة فتح الملهم، کتاب اللعان، ۱: ۲۵۷۔

اس کی اطلاع کرے اور اس سے سزا دینے کا مطالبہ کرے، اس طرح وہ اپنی ذمے داری سے بری ہو جائے گا۔

حاصل یہ کہ اپنی بیوی، بہن، بیٹی، ماں یا کسی دوسری محرمہ یا اجنبیہ عورت کو کسی مرد کے ساتھ حالت زنا، دواعی زنا یا خلوت میں دیکھنے کی صورت میں مرد یا عورت کو قتل کرنا شرعاً ناجائز اور قانوناً منع ہے۔ جب اس حالت میں قتل منع ہے تو محض ناجائز تعلق یا شبہے کی وجہ سے قتل کیسے جائز ہو گا؟ لہٰذا محض شوہر کے الزام لگانے سے عورت کو واجب القتل قرار دینا، کسی کے کہنے سے مذکورہ خواتین میں سے کسی کے قتل کو ضروری قرار دینا، شک وشبہ کی وجہ سے قتل کرنا، اس سے بڑھ کر ذاتی اغراض، دشمنی یا عورت سے جان چھڑانے کی خاطر ایسا کرنا بالکل جہالت اور سراسر غیر شرعی رواج ہے جس کی اتباع کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں۔

❁❁❁❁❁